قرآنی تصورِ ملت اور اردو ملی شاعری کا آغاز

ڈاکٹر محمد طاہر قریشی
استاد شعبۂ اردو، ڈی۔ جے۔ سندھ گورنمنٹ سائنس کالج، کراچی

Abstract

Allah Almighty sent His beloved Prophet Hazrat Muhammad (SAW) to guide the humanity at a time when the entire world was entrapped in linguistic, ethnic, geographical and tribal prejudices. Prophet Hazrat Muhammad (SAW) ended all the biases and formed a universal nation (Millat) on the basis of KALIMAH. It follows that the concept of one Muslim nationhood (Millat) is given by the Prophet Muhammad (SAW) Since the poetry of MILLAT is a sum total of Islamic Ummah and its affairs. The axis on which this poetry revolves is logically the exalted being of the Prophet Muhammad (SAW).

This paper titled: "Qurani Tasawwur-e-Millat aur Urdu Milli Shairi" deals with the issues related to MILLAT, NATION and UMMAH. It also highlights the difference between national poetry and the poetry of MILLAT. It discovers some new facts about the beginning of poetry of MILLAT in Urdu.

(الف) ملت کی تعریف

"ملت" (ملۃ) عربی لفظ ہے۔ "المنجد" میں اس کے معنی "مذہب، اعتقاد، قوم، رسم، خوں بہا" دیے گئے ہیں۔(۱) "بیان اللسان" میں قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی نے "مذہب، شریعت اور خوں بہا" درج کیے ہیں۔(۲) اور ڈاکٹر سید فضل

الرحمان نے "دین، طریقہ اور مذہب" کے معنی لیے ہیں۔(۳) امام راغب اصفہانی کے مطابق "دین کی طرح ملت بھی اس دستور کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی زبان پر بندوں کے لیے مقرر فرمایا"۔(۴) ان کے نزدیک دین اور ملت میں بھی فرق ہے۔ پہلا فرق تو یہ ہے کہ "ملت کی اضافت صرف اس نبی کی طرف ہوتی ہے جس کا وہ دین ہوتا ہے"(۵) اور دوسرا فرق یہ ہے کہ "کسی چیز کو اس کے منجانب اللہ مشروع ہونے کے لحاظ سے ملت کہا جاتا ہے اور اس کے قائم کرنے اور بجالانے کے لحاظ سے دین کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ دین کے معنی طاعت و فرمانبرداری کے ہیں"(۶)

عربی۔ انگریزی لغات میں بھی قریب قریب یہی معنی ملتے ہیں "المورد القریب" میں "مِلّة" کے معنی sect, creed, faith درج کیے گئے ہیں اور عربی مترادفات "طائفہ، شیعہ، نحلہ، فرقہ، عقیدہ، اخلاص، ولاء، وفاء، ایمان، ثقہ اور دین" بیان کیے گئے ہیں۔(۷) "القاموس المدرسی" میں "مِـــلّة" کے معنی creed ,religion, faith لکھے گئے ہیں۔(۸) ان تینوں الفاظ کے عربی مترادفات اوکسفرڈ انگریزی۔ عربی ڈکشنری میں بالترتیب creed کے معنی "عقیدہ، ایمان، مذہب"، religion کے معنی "دین، دیانہ" اور faith کے معنی "عقیدہ، ایمان، دین اور ثقہ" کے کیے گئے۔(۹)

جہاں تک اردو لغات کا تعلق ہے تو لفظ ملت کے معنی "فرہنگ آصفیہ" میں "دین، مذہب، شریعت، دھرم، مشرب، گروہ، فرقہ، پنتھ، قوم، ذات" وغیرہ سے کیے گئے ہیں۔(۱۰) "علمی اردو لغت" میں "دین، مذہب، شریعت، قوم، فرقہ" کے معنی لیے گئے ہیں۔(۱۱) اور "اردو لغت (تاریخی اصول پر)" میں "دین، مذہب، شریعت، مسلمانوں کی جماعت، گروہ مسلمین، مشرب، مسلک، اصول زندگی، طرز معاشرت، ایک ہی دین، مذہب یا مسلک کو ماننے والوں کا گروہ، ذات، فرقہ، قوم، قومیت اور (کنایۃً) عوام" کے معنی درج کیے گئے ہیں۔(۱۲) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ میں مقالہ نگار نے مختلف حوالوں کے ساتھ اس لفظ پر تفصیلی بحث کی ہے اور لغوی معنی سنہ اور الطریق کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اصطلاحی یا مجازی معنی شریعت یا دین کے قرار دیے ہیں کیوں کہ شریعت بھی ایک طرح سے راستے اور طریق کی سی حیثیت رکھتی ہے تاہم کبھی کبھار مجازاً ملت کا اطلاق دین اور مذہب پر اور اس کے علاوہ فروعات مذہب پر بھی کیا جاتا ہے اور اسی طرح گزشتہ نحلوں کے فرقوں پر بھی ملت کا اطلاق کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ عہد جاہلیت کے باطل مذاہب کیلئے بھی ملت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اسی باعث کہا گیا "الـکـفـر مـلّـة واحـدة" یعنی "کفر ایک ہی ملت ہے"۔ اس مقام پر ملت اور دین کے مفہوم میں مماثلت پیدا ہو جاتی ہے"۔ ملت کے یہ معنی مجازی معنی ہیں نیز شریعت اور ملت کے الفاظ کو عموماً مترادف سمجھا جاتا ہے تاہم ان میں خفیف سا فرق بھی پایا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ملت کا مطلب شریعتوں کے احکام کلی ہوتے ہیں جنہیں اصول شرائع بھی کہا جاتا ہے جب کہ شریعت سے مراد احکام جزئی ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھار مجازی طور پر اصول شرائع پر بھی لفظ شریعت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔(۱۳) مقالہ نگار کے مطابق:

> "جہاں بھی مطلقاً ملت کا ذکر آتا ہے تو اس مراد ملت محمدیؐ ہی ہوتی ہے اور عموماً ملت کہہ کر اہل ملت ہی مراد لیے جاتے ہیں اور اسی مفہوم میں ملت بیضا کی ترکیب بھی مستعمل ہے" اور ملت کا لفظ قوم کے معنوں میں سب سے پہلے سرسیدؒ نے استعمال کیا۔(۱۴)

مختلف لغات اور ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' کے مطالعے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ملت کا لفظ کم از کم اردو زبان میں عموماً ملت اسلامیہ یا امت مسلمہ کے معنوں میں ہی استعمال کیا جاتا ہے اور اس لفظ کے دوسرے معنی مراد نہیں لیے جاتے۔ متعدد شعراء کے ہاں بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے۔ مثلاً:

ملت بیضا نے قوموں کی مٹا دی تھی تمیز — تھے بلال و جعفر و سلماں برابر محترم (۱۵)

پشت و پناہ ملت ختم الامم ہے تو — تو آج زور بازوئے شاہ حجازؐ ہے (۱۶)

جو مسلم ہے تو جاں ناموس ملت پر فدا کر دے — خدا کا فرض اور اس کے نبیؐ کا قرض ادا کر دے (۱۷)

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے — یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا (۱۸)

سلطنت مٹ تھی پہلے، آج ملت مٹ گئی — ایسا یوم نحس ان آنکھوں نے بھی دیکھا نہ تھا (۱۹)

اے لشکرِ ملت کے رضا کار جوانو! — آزادیٔ کامل کے طلب گار جوانو! (۲۰)

ملتِ پاک کی سر زمیں کے لیے — وہی نصرت کی فتح مبیں کے لیے (۲۱)

مندرجہ بالا امثال سے واضح ہے کہ ملت کا لفظ اردو زبان میں اپنے دیگر معنوں سے قطع نظر امت مسلمہ یا ملت اسلامیہ کے معنوں میں رائج ہے اور ملت کا تصور صاحب ملت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرہون منت ہے۔ ممتاز حسن نے درست کہا ہے۔

> ''افراد کے ایک سلسلے میں منسلک ہونے کا نام ملت ہے۔ انسان طبعاً مدنی یا مجلسی واقع ہوا ہے مگر اس مجلسیت سے ملت پیدا نہیں ہوتی۔ ملت کا پیدا ہونا کسی عظیم الشان شخصیت کے اثر کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ جو ذروں کو اٹھا کر آفتاب کر دے اور خاک کو اکسیر بنا دے۔ یہ شخصیت نبی کریم ﷺ کی شخصیت ہے'' (۲۲)

(ب) قرآن پاک میں لفظ ملت کا استعمال

لفظ ملت (ملۃ) قرآن پاک میں اپنی تمام صورتوں میں کل پندرہ مرتبہ آیا ہے۔ سات مرتبہ ملت ابراہیمؑ کے الفاظ (۲۳) میں جسے مولانا فتح محمد جالندھری نے اپنے ترجمے میں ''دین ابراہیمؑ'' لکھا ہے۔ اور مولانا مودودی نے چھ مقامات پر اس کا ترجمہ ''ابراہیمؑ کا طریقہ'' اور ایک مقام پر ''ابراہیمؑ کی ملت'' سے کیا ہے۔ تین مقامات پر کافروں / کفر کی ملت کے الفاظ ہیں۔ (۲۴) تینوں جگہ مولانا فتح محمد جالندھری اس سے کافروں / کفر کا مذہب مراد لیتے ہیں۔ جب کہ مولانا مودودی کافروں / کفر کی ملت سے ترجمہ کرتے ہیں۔ ایک مقام پر ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کی مشترکہ ملت کا ذکر ہوا ہے۔ (۲۵) جس کے لیے مولانا فتح محمد جالندھری ''ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کا مذہب'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور مودودی صاحب نے ''ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ کا طریقہ'' مراد لیا ہے۔ ایک جگہ پر یہ لفظ ''یہود و نصاریٰ کی ملت'' کے الفاظ میں بھی آیا ہے۔ (۲۶) مولانا فتح محمد جالندھری ''یہود و نصاریٰ کا مذہب'' اور مولانا مودودی ''یہود و نصاریٰ کا طریقہ'' سے اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ ایک مقام پر یہ لفظ ''گمراہ لوگوں کی ملت'' کی صورت میں بھی نظر آتا ہے۔ (۲۷) جس کا ترجمہ مولانا جالندھری نے ''گمراہ لوگوں کا مذہب'' اور مودودی صاحب نے ''گمراہ لوگوں کا طریقہ'' سے کیا ہے۔ ایک مقام پر یہ لفظ ''قوم شعیبؑ کے مغرور اور ظالم سرداروں'' کے لیے بھی استعمال

کیا گیا ہے۔(۲۸) مولانا جالندھری جس سے ''قومِ شعیب کے مغرور اور ظالم سرداروں کا مذہب'' اور مولانا مودودی ''قومِ شعیب کے مغرور اور ظالم سرداروں کی ملت'' مراد لیتے ہیں۔ ایک جگہ (۲۹) اس لفظ کے معنی مولانا جالندھری نے ''پچھلے مذہب'' اور مولانا مودودی نے ''زمانۂ قریب کی ملت'' کیلئے ہیں۔(۳۰)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا فتح محمد جالندھری نے لفظ ملت کے معنی دین اور مذہب کے اور مولانا مودودی نے طریقہ اور ملت کے لیے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ''اس آیت میں ملت کا جو لفظ آیا ہے۔ اس کے اصل معنی طریقہ کے ہیں لیکن اس سے کسی شخص کا یا گروہ کا وہ طریقۂ زندگی مراد ہوتا ہے جس کی بنیاد مذہب اور روایت پر ہو''۔(۳۱) یہ بات اہم ہے کہ مولانا موصوف نے اس لفظ کا ترجمہ ملت ہی کیا ہے۔ اسی آیت کی تفسیر میں ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ''فقہائے کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کفر ایک ہی مذہب ہے خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی یا کوئی اور ہوں۔ اسی لیے ملت کا لفظ یہاں مفرد ہی رکھا''۔ یہی وجہ ہے کہ مترجم نے بھی پوری تفسیر میں بیشتر مقامات پر اس لفظ کے معنی دین اور مذہب سے ہی کیے ہیں۔(۳۲)

(ج) ملت اور امت

امت (الامـــــــہ) کے معنی عربی میں ''جماعت، آدمیوں کا گروہ، وقت، طریقہ، قد و قامت'' کے ہیں۔(۳۳) ''معجم القرآن'' میں ''امت، مدت اور طریقہ'' بیان کیے گئے ہیں۔(۳۴) قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی نے ''شریعت، دین، طریقہ، نبی، جامع الکمالات آدمی، لوگوں کا مقتدا اور پیشوا، جماعت جس کی طرف پیغمبر آیا ہو، گروہ، وقت، مدت اور قد و قامت'' کے معنی اختیار کیے ہیں۔(۳۵) مولانا عبدالرشید نعمانی نے ''لغات قرآن'' میں معنی کے ساتھ وضاحت بھی کی ہے کہ ''ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے اور خواہ اس رابطہ میں امت کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔ اخفش نے تصریح کی ہے کہ امت باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے نیز ہر جنس کی ایک امت ہے''(۳۶) مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی نے مندرجہ بالا معنوں کے ساتھ ساتھ والدہ، قوم، نسل، مذہب اور کعبہ کے معنوں کا اضافہ بھی کیا ہے۔(۳۷)

انگریزی لغات میں امۃ کے معنی Nation اور People سے کیے گئے ہیں۔(۳۸)

''اردو لغت (تاریخی اصول پر)'' میں امت کے معنی ''کسی پیغمبر پر ایمان لانے اور اس کی پیروی کرنے والی جماعت خصوصاً حضور ﷺ کے پیرو، کسی خاص غیر دینی نظریے کے ماننے والوں کی جماعت، کوئی مخصوص صفت رکھنے والا گروہ، قوم، ہر اوری نیز راہ شریعت و دین'' کے درج ہیں۔(۳۹) اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں امت کے عمومی معنی ''مفردات امام راغب'' کے حوالے سے ''قوم اور جماعت'' کے کیے گئے ہیں نیز یہ لفظ حالت، نعمت، شان، طریق، سنت، وقت، زمانہ، مدت اور شریعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔(۴۰)

قرآن پاک میں امۃ (امت) کا لفظ اپنی تمام شکلوں میں ۶۴ مرتبہ آیا ہے۔ زیادہ تر اس کے معنی جماعت یا گروہ کے لیے

گئے ہیں۔ اور اس کا اطلاق نیک اور بد دونوں جماعتوں پر کیا گیا ہے۔ حتّٰی کہ شیطانوں اور جنوں کی جماعت یا گروہ پر اس لفظ کا استعمال ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار جماعت کے لیے اس لفظ کے ترجمے میں مولانا فتح محمد جالندھری نے "گروہ، جماعت، امت، مذہب، قوم شریعت اور ملت کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور مولانا مودودی نے "قوم، امت، طریقہ، گروہ اور لوگ" کے معنی اختیار کیے ہیں۔(۴۱)

یہی وجہ ہے کہ اردو میں دیگر معنوں سے صرف نظر کرتے ہوئے امت کے معنی ایسی جماعت یا قوم کے لیے جاتے ہیں جو کسی پیغمبر پر ایمان رکھتی ہو یا پھر کسی غیر دینی نظریے کی حامل جماعت ہو اسی لیے اردو زبان میں امتِ موسوی یا موسیٰ کی امت، امتِ عیسوی یا عیسیٰ کی امت اور بالخصوص امتِ محمدیؐ یا امتِ محمدیہؐ کا استعمال عام ہے اور پوری مسلم دنیا میں امتِ محمدیؐ اور ملتِ اسلامیہ کے ایک ہی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔

جہاں تک میثاق مدینہ کا سوال ہے جس کی دو شقوں میں یہود کو بھی امت میں شامل کیا گیا ہے یعنی "انھم امة واحدة من دون الناس" یعنی "دوسرے لوگوں کے مقابل وہ ایک امت (سیاسی وحدت) ہوں گے"۔ اور "وان یھود بنی عوف امة مع المومنین للیھود دینھم وللمسلمین دینھم..." یعنی "اور بنی عوف کے یہودی اتحادیوں کے ساتھ ایک امت (سیاسی وحدت) تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہود اپنے دین پر رہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔۔۔(۴۲) تو پہلی بات تو یہ ہے کہ "سیرت ابن ہشام" کے مترجمین مولانا عبدالجلیل صدیقی اور مولانا غلام رسول مہر نے مذکورہ شقوں کا ترجمہ کرتے وقت امت کے معنی قوسین میں سیاسی وحدت کے درج کیے ہیں۔ یعنی یہاں امت کو بلحاظ دین نہیں بلکہ بلحاظ سیاسی وحدت لیا گیا ہے۔(۴۳) دوسرے یہ کہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے "اردو دائرۂ معارف اسلامیہ" کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ:

> "کبھی امت کا لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی طرف کوئی نبی مبعوث کیا گیا ہو اور ان لوگوں کو 'امت الدعوۃ' کہتے ہیں۔ کبھی ان لوگوں پر جو نبی مبعوث کے ماننے والے ہوں انھیں 'امت الاجابۃ' کہا جاتا ہے۔۔۔ اسی لیے بنو عوف کے یہود معاہدۂ صلح کی وجہ سے سیاسی طور پر مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہیں اگرچہ امت محمدیہؐ میں نہیں ہیں۔ علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسی احادیث جن میں آنحضرت ﷺ کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا بیان ہوا ہے (مسند احمد ۱: ۵۴۳؛ مسلم کتاب الفتن: ۱۹) یا تمام دوسری امتوں پر اس امت کی فضیلت کا ذکر ہے (مسند احمد ۵: ۳۸۳) یا جس حدیث میں کہا گیا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی (ترمذی الفتن: باب ۷) ایسی تمام احادیث میں امت سے مراد 'امت اجابۃ' ہے۔(۴۴)

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان کا بھی یہی موقف ہے۔(۴۵)

چوں کہ نبی کریم ﷺ رحمت للعالمین ہیں اس لیے دعوت و تبلیغ کے لحاظ سے دنیا کے تمام انسان بلاتفریق مذہب آپؐ کے مخاطب ہیں گویا "امت الدعوۃ" میں شامل ہیں لیکن جب بھی امت کا لفظ تنہا استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد ہوتا "امت محمدیہؐ یا

''امت مسلمہ'' ہی لی جاتی ہے۔ دوسری امتوں کے لیے صراحت امت موسوی یا امت عیسوی وغیرہ کی ترا کیب استعمال ہوتی ہیں۔

امت اور ملت کی اسی معنوی مماثلت کے باعث اردو شاعری میں بھی ایسی بے شمار مثالیں ہیں جہاں امت کو ملت کے اور ملت کو امت کے بجائے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً:

اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے (۴۶)

کہ ملت کو ہے ننگ ہستی سے اس کی
ہوا پست اسلام پستی سے اس کی (۴۷)

مشکلیں امّتِ مرحوم کی آساں کر دے
مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے (۴۸)

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبیؐ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستاں کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں (۴۹)

یا محمدؐ تیری امت مٹ نہیں سکتی مگر
ہو نہیں سکتا فنا جس طرح آبِ رودِ نیل (۵۰)

چھوڑ دی ہے جب سے لیکن ملتِ بیضا کی راہ
ہم مسلماں ہو گئے دنیا کی قوموں میں ذلیل (۵۱)

اور پھر ہم پہ کہ ہم ہیں امتِ خیر الانامؐ
اس سے نسبت ہے ہمیں جس پر نبوت ختم ہے (۵۲)

تجھ کو بھی کچھ یاد ہے وہ گھر ہے کیا تبلیغ حق
ملتِ اسلام کا جس سے ہوا نشو و نما (۵۳)

مسلمانو! کبھی سوچا ہے اپنی تیرہ بختی پر
کہ تم نے شیرازۂ اسلاف امت توڑ ڈالا ہے (۵۴)

اپنے مصلح ہیں بہت درک و بصیرت والے
وہ رہ منزل ملت کو بدل ڈالیں گے (۵۵)

مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق یہ چند مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم و جدید اردو کے بیشتر شاعروں نے ملت اور امت کو عموماً ایک ہی مفہوم میں سمجھا ہے۔ خواہ یہ الفاظ منفرد استعمال ہوئے ہوں یا ترا کیب میں، دونوں صورتوں میں ملت اور امت کو ہم معنی الفاظ گردانا گیا ہے۔

(د) ملت اور قوم

عربی لفظ ''قوم'' کے معنی لوگوں کی ایک جماعت کے ہیں۔(۵۶) جن میں باہمی کوئی جامع رشتہ پایا جاتا ہو۔ جیسے زبان یا مذہب وغیرہ۔(۵۷) امام راغب اصفہانی کے نزدیک یہ صرف مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے جس میں عورتیں شامل نہ ہوں اور قرآن پاک میں عموماً مرد و عورتیں سبھی مراد لیے گئے ہیں۔(۵۸) عربی۔انگریزی لغت میں قوم کے مترادف کے طور پر people اور nation کے الفاظ درج کیے گئے۔(۵۹) عموماً انگریزی لفظ nation کو قوم کے معنوں میں زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ''نیلسن انگریزی اردو لغت'' کے مطابق nation کے معنی ''ایک ملک، راج یا سلطنت کے لوگ یا باشندے، قوم، جات، گروہ اور برن (ملت)'' کے گئے ہیں۔(۶۰) اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتبہ ''قومی انگریزی اردو لغت'' میں ''قوم، ملت، علاقہ یا ملک کا گروہ جو ایک جیسی زبان بولتے ہوں اور جن کی عموماً ایک ہی نسل ہو''۔(۶۱) جبکہ مولوی عبدالحق کی مرتبہ لغت میں nation کیلئے صرف ''قوم اور ملت'' کے معنی اختیار کیے گئے ہیں۔(۶۲) ''او کسفورڈ انگلش۔ اردو ڈکشنری'' میں nation کا مطلب ''قوم، ملت جو عموماً ایک نسل، مشترک تاریخ، زبان وغیرہ کی حامل ہوتی ہے اور ایک ملک یا ریاست میں بستی ہے'' درج کیا

گیا ہے۔(۶۳)

اردو زبان میں بھی زیادہ تر لفظ قوم کے مندرجہ بالا معنی اختیار کیے گئے ہیں۔ صاحب ''نوراللغات'' نے قوم کا مطلب ''آدمیوں کا گروہ، گروہ، فرقہ، خاندان، ذات اور نسل'' درج کیا ہے۔(۶۴) ترقی اردو بیورو، نئی دہلی کی مرتبہ ''مختصر اردو لغت'' میں لفظ قوم سے ''آدمیوں کا گروہ، فرقہ، خاندان، ذات، نسل اور ایک تہذیب و تمدن سے تعلق رکھنے والے لوگ'' مراد لیے گئے ہیں۔(۶۵) اور تا حال سب سے ضخیم اور تفصیلی لغت ''اردو لغت (تاریخی اصول پر)'' میں مندرجہ بالا معنوں کے ساتھ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ قوم سے مراد ''کسی خطۂ ارض میں رہنے والا وہ گروہ، جس میں نسلی، لسانی اور تاریخی وحدت پائی جاتی ہو اور جو ایک نظام کے تحت متحد ہو''(۶۶)

قوم کا لفظ قرآن پاک میں اپنی تمام تر صرفی اور نحوی شکلوں میں کل ۳۸۴ مرتبہ آیا ہے۔ جس کے ترجمے کے لیے مولانا فتح محمد جالندھری نے ''قوم، لوگ، بھائیوں، ملت، لشکر، جماعت، برادری کے لوگ اور قوم کے لوگ'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور مولانا مودودی نے ''قوم، لوگ، گروہ، برادران قوم، باشندے، بھائیوں اور قوم کے لوگوں'' سے ترجمانی کی ہے۔ صرف ایک مقام پر انھوں نے قوم کا ترجمہ ''مرد (حضرات)'' بھی کیا ہے۔(۶۷) تین سو کے لگ بھگ یہ لفظ ''کافر، ظالم، نافرمان، فاسق، منافق، گمراہ، گناہ گار، مفسد، سرکش، بے ایمان، ناانصاف، عہد شکن، ڈرپوک، جاہل، مشرک، ناشکرگزار، مخالف'' وغیرہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔(۶۸)

اردو زبان میں قوم کا لفظ بھی امت کی مانند ملت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے اور ''امتِ مسلمہ یا ملتِ اسلامیہ'' کے لیے مسلمان قوم کا استعمال روزمرہ میں شامل ہے اس کی نظیریں شاعری میں بھی کثرت سے دیکھی جا سکتی ہیں جہاں شعراء نے لفظ قوم کو ملتِ اسلامیہ یا امتِ مسلمہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً:

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی — پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے(۶۹)
مسلم نہیں تو جلسۂ قوم بھی نہیں — پھر کیوں یہ شور و غلغلہ و اہتمام ہے(۷۰)
غلط ہے جو تجھ پر قوم اس کو پھر بناتا ہے — تجھے درپیش ہے تعمیر کرنا اس عمارت کا(۷۱)
قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی — بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی(۷۲)
الغرض احساں ترے قوم پہ ہیں بے شمار — اٹھ نہ سکے گا کبھی ہم سے یہ بارِ عظیم(۷۳)
ذوقِ یقیں سے گرم کیا قوم کا لہو — ان بے دلوں کو عزمِ تپاں دے کے چل دیا(۷۴)

مندرجہ بالا مثالوں کے باوجود ایک بات کی وضاحت بے حد ضروری ہے کہ لفظ قوم میں ملت اور امت کی سی تخصیص کا نہیں بلکہ تعمیم کا پہلو زیادہ پایا جاتا ہے اور اسی لیے یہ لفظ ''کل'' اور ''جز'' دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ یعنی بہ حیثیت کل مسلمان قوم کیلئے اور بہ حیثیت جز پاکستانی قوم، ایرانی قوم، مصری قوم وغیرہ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے حتیٰ کہ اس لفظ کی عمومیت کا دائرہ اس وقت مزید وسیع ہو جاتا ہے جب یہ قوم کے ذیلی جز کیلئے بھی بہ کثرت استعمال ہوتا نظر آتا ہے۔ مثلاً: پٹھان قوم، بلوچ قوم، کرد قوم،

میمن قوم وغیرہ۔ حالاں کہ صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے جب لفظ قوم استعمال ہوتا ہے تو وہاں اس کے معنی پوری ملت اسلامیہ کے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوتا ہے۔ وہاں قوم کے نہیں قومیت کے معنی رکھتا ہے۔ گویا مسلمان ایک قوم ہیں اور دنیا کے کسی بھی خطے میں رہنے والا اس قوم میں شامل ہے اس کے ایک جز کی حیثیت سے۔ یہ جز اپنی بنیادی شناخت، اسلام کے علاوہ کچھ مزید ذیلی شناختیں بھی رکھتا ہے۔ جو خاندان، قبیلہ، نسل، ذات، زبان، علاقہ، فرقہ، شہر، صوبہ اور وطن وغیرہ سے متعلق ہو سکتی ہیں۔ لیکن یہ تمام علیحدہ علیحدہ بھی اور مل کر بھی مسلمان قوم تشکیل نہیں دے سکتیں۔ کیونکہ مسلمان قوم کی بنیاد نظریاتی ہے۔ جس کی اساس اول و آخر کلمہ طیبہ ہے۔ نہ کہ ذات، نسل، زبان، علاقہ، قبیلہ اور وطن وغیرہ۔ کلمہ طیبہ کے دائرے میں آنے کے بعد وہ اپنی دیگر شناخت اور علامات سے دستبردار تو نہیں ہو جاتا البتہ ان کی حیثیت ثانوی ضرور ہو جاتی ہے۔ اور جب کبھی ایسا موقع آتا ہے کہ اس کی بنیادی پہچان یعنی اسلام سے اس کی ذیلی پہچان خاندان، قبیلہ، زبان، نسل، علاقہ وغیرہ متحارب ہوتی ہیں تو وہ ان سب کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے۔ غزوہ بدر میں یہی ہوا تھا۔ جب خاندانی، نسلی، لسانی اور قبائلی اشتراک تو ایک طرف، خونی رشتے آمنے سامنے تھے لیکن نہ تو ابوبکرؓ اپنے بیٹے کے خلاف تلوار اٹھاتے ہوئے ہچکچائے۔ (۷۵) اور نہ عمرؓ نے اپنے سگے ماموں کو قتل کرتے وقت ادنیٰ سا تامل محسوس کیا۔ (۷۶)

اسلام دینِ فطرت ہے اور وہ فرد کی نسلی، لسانی، قبائلی، علاقائی اور تہذیبی اور ثقافتی انفرادیت اور شناخت کا انکاری نہیں ہے ایک فرد مسلمان ہوتے ہوئے نہ صرف پاکستانی، ایرانی، شامی اور امریکی ہو سکتا ہے بلکہ سندھی، بنگالی، مغل، راجپوت، بگٹی اور آفریدی بھی ہو سکتا ہے۔ ان میں باہم کوئی تعارض نہیں ہے۔ تعارض کا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب مسلمان اپنی بنیادی شناخت اسلام سے زیادہ اپنی ذیلی شناخت کو زیادہ اہمیت دینا شروع کر دے۔ اس وقت اس کی ایسی تمام نسبتیں ''مذہب کا کفن'' بن جاتی ہیں۔ اور ملی وحدت، جو کہ انما المومنون اخوۃ (حجرات:۱۰) کے مصداق اسلام کا ایک اہم اور بنیادی مقصد ہے، اسے نقصان پہنچاتا ہے۔

(ہ) مغربی تصورِ قومیت اور اسلام

قوم کے لغوی معنوں سے قطع نظر اب قوم کا لفظ ایک سیاسی اور عمرانی اصطلاح بن چکا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے مشتقات یعنی قومیت اور قوم پرستی وغیرہ بھی اصطلاحات کے زمرے میں شامل ہیں۔ مغربی مفکرین نے ان اصطلاحات پر طویل طویل بحثیں کی ہیں اور مغربی تصورِ قومیت کو پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ 'آکسفرڈ انگلش ڈکشنری' میں قوم (Nation) کی تعریف اس طرح کی گئی ہے

> "Nation, An extensive aggrigate of persons so closely associated with other by common decent, language, or history as to form of a distinct race or people usually organized as a separate political state and occupying a definite territory"(77)

قومیت(Nationality) کی وضاحت میں ''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس'' لکھتا ہے:

" Nationality is that quality or complex of qualities in a group of persons which combines them in a nation" (78)

اور ''انسائیکلوپیڈیا امریکانا'' کے مطابق:

"Nationality, is a term used in both cultrual and legal sense. As a cultural term, nationality reffers to the cultural, racial, linguistic and ideological status of an individual or group"(79)

گویا مغربی تصورِ قوم و قومیت میں نسل، زبان، تاریخ، ثقافت، علاقہ، نظریات اور مشترکہ مفادات وغیرہ اجزائے ترکیبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن کسی قوم کی تشکیل میں ''مذکورہ تمام عناصر میں سے کسی ایک عنصر کی کمی یا بیشی پر اتفاق رائے نہیں ہے۔ کیونکہ مختلف اقوام کے احساسِ تفاخر میں مختلف عناصر نے کلیدی کردار ادا کیا ہے''(۸۰)

مغربی تصورِ قومیت نے صحیح معنوں میں عروج انیسویں صدی میں حاصل کیا اور بیسویں صدی کے نصف اول تک ''قوم پرستی کے آگے تمام جذبے ہیچ نظر آنے لگے تھے۔ جارحانہ قوم پرستی کا یہی رویہ بالآخر دو ہولناک عالمی جنگوں کا باعث بنا۔''(۸۱) تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی نظریۂ قومیت افریقی اور ایشیائی ممالک میں بیشتر کے لیے بقا کا پیغام بھی لے کر آیا اور متعدد ممالک غیر ملکی تسلط سے آزاد بھی ہوئے۔ نئی نئی جغرافیائی حد بندیاں وجود میں آ گئیں اور قومیت نے وطنیت کا روپ دھار لیا۔ اب وطن پرستی، قوم پرستی کے ہم معنی ہو گئی۔ اسی جذبے نے جب شدت اختیار کی تو قوم کی تشکیل کے دوسرے عناصر پس منظر میں چلے گئے اور علاقائی حد بندیوں کی بنیاد پر قوموں نے اپنی شناخت پر زور دینا شروع کر دیا۔ اپنے تحفظ اور اپنی بقا کے جذبے نے دوسری قوموں کی بقا خطرے میں ڈال دی۔ اور جوع الارض نے دوسرے ممالک پر تسلط کا خود غرضانہ اور حریصانہ طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔(۸۲) اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی ''قوم پرستی اور انسان دشمنی میں کوئی امتیاز باقی رہنا ممکن نہیں ہے''(۸۳)

جدید نیشنلزم کی تباہ کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''یورپ میں جن تخیلات اور جن اصولوں پر نیشنلزم کا نشوونما ہوا ہے وہ انسانیت کی عین ضد ہیں۔ وہ خدا کی زمین کو فساد، ظلم اور خون ریزی سے بھرنے والے اور انسانی تہذیب کے پرامن نشوونما اور ارتقا کو روکنے والے اصول ہیں۔۔۔۔ یہ انسان کو تنگ دل، تنگ نظر اور متعصب بناتے ہیں۔ یہ قوموں اور نسلوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا کر حق و انصاف اور انسانیت کی طرف سے اندھا کر دیتے ہیں''(۸۴)

حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں جب بھی اور جہاں بھی لسانی، نسلی، علاقائی اور ثقافتی بنیادوں پر قوم کی تشکیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس نے مسلمانوں کے تصورِ ملت کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ بنو امیہ سے لے کر خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے تک اور جدید ترکی کے قیام سے سقوطِ مشرقی پاکستان تک کے واقعات نے اغیار کو پوری امتِ مسلمہ پر جھپٹنے کے مواقع خوب فراہم کیے

ہیں اور انھیں یہ کہنے کا موقع ملا ہے کہ دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں غرق ہوگیا۔ تاہم یہ بھی امر واقعہ ہے بظاہر تقسیم در تقسیم ملت اسلامیہ میں ہمیشہ سے ایک خدا، ایک نبی ﷺ اور ایک دین کے ساتھ ساتھ ایک امت کا تصور بھی موجود رہا ہے جو حالات کے ہاتھوں دھندلاتا تو رہا ہے لیکن یکسر معدوم کبھی بھی نہیں ہو سکا۔ اگر صرف برعظیم پاک و ہند کی مثال لی جائے تو ہندوستانی مسلمانوں کا ترکی اور فلسطین کے معاملات پر حد درجہ اضطراب اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں مسلمانوں پر ہونے والی زیادتیوں کو پوری مسلمان قوم پر زیادتی کے مترادف سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور عملی طور پر مظلوم مسلمانوں کی مدد نہ کر سکنے کی بے بسی کا ازالہ دعاؤں اور کوسنوں کے ذریعے تو ضرور ہی ہوتا رہا ہے "کہ اٹلی کی توپوں میں کیڑے پڑیں" محض اکبر کی شوخی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے مسلمانوں کی نفسیات کارفرما ہے۔(۸۵)

(و) ملی شاعری کیا ہے؟

جس شاعری کا تعلق ملت اسلامیہ سے ہو وہ ملی شاعری ہے۔ چوں کہ ملت اسلامیہ کے معاملات بے شمار ہیں اس لحاظ سے ملی شاعری کی بھی ہزار جہتیں، ہزار موضوعات ہیں۔ یہ شاعر کی نگاہِ انتخاب ہے کہ اس نے ملت کے کس معاملے کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ مثلاً:

ملت کی زبوں حالی کی نشان دہی یا زبوں حالی پر اظہارِ تاسف

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود	یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود (۸۶)
بکھرتے جاتے ہیں شیرازۂ اوراقِ اسلامی	چلیں گی تند بادِ کفر کی یہ آندھیاں کب تک (۸۷)
غضب ہے کہ پابند اغیار ہو کر	مسلمان رہ جائیں یوں خوار ہو کر (۸۸)

ملی مسائل کے حل کی تجاویز

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو	اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی (۸۹)
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو	ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر (۹۰)
تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھل کر	ہم آپ کھڑے ہوں اپنے بل پر (۹۱)

ملت کی عظمتِ رفتہ پر احساسِ تفاخر

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا	ہوا جس سے اسلام کا بول بالا (۹۲)
صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے	نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے (۹۳)
کچھ فقط تیغ و سناں ہی میں نہ تھے ہم مشہور	ہم نے ہر فن میں دکھایا یدِ بیضا کیسا (۹۴)

ملت کے روشن مستقبل کی نوید

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن	پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (۹۵)
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے	یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے (۹۶)

گر فضا ہے تیرہ و تار اے مسلماں غم نہ کر   ظلمتِ شب سے سحر ہو گی نمایاں غم نہ کر (۹۷)

فردِ واحد کی ملت کے نمائندے کی حیثیت سے تعریف و تحسین یا توہین و تذلیل

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں   اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار (۹۸)

امان اللہ خاں فخرِ سلاطینِ زماں تو ہے   کہ ناموسِ رسولِ ہاشمیؐ کا پاسباں تو ہے (۹۹)

خطیبِ اسلام کے سیرت فروشی سے کریں توبہ   زمیں کا ذکر کیا خود آسماں تسخیر ہو جائے (۱۰۰)

ملی تشخص کی علامات و آثار کا فخریہ یا معتسفانہ ذکر

ہسپانیہ تو خونِ مسلماں کا امیں ہے   مانندِ حرمِ پاک ہے تو میری نظر میں (۱۰۱)

اے سرنگا پٹم اے گنجِ شہیدانِ کرام   آخری وقت میں اسلام کی غیرت کی نمود (۱۰۲)

عہد کو جس نے نبھایا وعدۂ محکم کے بعد   جس نے ملت کو سنبھالا قائدِ اعظم کے بعد (۱۰۳)

تحفظِ ملت کے عزائم

چراغِ کعبہ سے جگ میں اجالا ہونے والا ہے   ہمالہ کو میں اس کے نور سے فاران کروں گا (۱۰۴)

اسی سے ملتِ خوابیدہ جاگ اٹھے شاید   وطن میں عام پھر اقبال کا ترانہ کریں (۱۰۵)

آج سے کفر پہ فرمانِ قضا نافذ ہے   اب ہمارا ہے یہ اعلان کہ ہم اٹھے ہیں (۱۰۶)

ملتِ اسلامیہ کے دشمنوں کو للکار

اسلام کفر سے نہ دبا ہے نہ دب سکے   کہہ دو یہ سنگھٹن کی سبھا میں پکار کر (۱۰۷)

مٹا سکتا نہیں باطل کبھی مجھ کو زمانے سے   کہ اس ہنگامۂ باطل میں حق کا ترجماں میں ہوں (۱۰۸)

یوں جنگ تہِ افلاک کرو، کفار کا سینہ چاک کرو   دشمن کی صفوں کو خاک کرو، یلغار چلے یلغار چلے (۱۰۹)

تبلیغ و تلقین یا دعوتِ جہاد

ہاں کمر بستہ ہو اے قوم ترقی کے لیے   آج کے کام میں انشاءاللہ فردا کیسا (۱۱۰)

جذبۂ تبلیغ سے ملت کی ہے بالیدگی   سوکھ جائے گا وہ پودا جس کا بڑھنا رک گیا (۱۱۱)

اس کے سوا جہاد کے معنی ہیں اور کیا   اسلام کا وقار بڑھاتے ہوئے چلو (۱۱۲)

یہ محض چند مثالیں ہیں ورنہ ملی شاعری لاتعداد موضوعات کے تحت ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ بلکہ شاعر بعض اوقات انفرادی معاملات کو بھی وسیع تناظر میں پیش کر کے اس کے ڈانڈے ملی شاعری سے ملا دیتا ہے۔ شخصی قصائد اور مراثی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ بات صرف شاعر کے طرزِ اظہار کی ہے۔ واضح رہے کہ بہت سی نظمیں ایسی ہیں جو خالص مذہبی اور تاریخی نوعیت کی حامل ہیں۔ مثلاً حفیظ جالندھری کی "شاہنامۂ اسلام" یا شبلی نعمانی کی "عدلِ فاروقؓ کا ایک نمونہ" وغیرہ۔ ایسی نظموں کو بنظرِ احتیاط ملی شاعری کے زمرے میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ جہاں تک حالی کے "مسدسِ مدوجزرِ اسلام" کی بات ہے، اسے ملی شاعری میں شمار

کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مسدس کے مذہبی اور تاریخی پہلو کو ملت کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ اور عصرِ حاضر کو زمانہ ماضی کے آئینے میں دیکھنے کی سعی کی گئی ہے۔ نیز شاعر کے پیشِ نظر ملت اسلامیہ یا برِعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ اور اس کے مسائل ہیں۔ گویا نظم پر مذہب اور تاریخ کے بجائے ملت غالب ہے۔ جبکہ حفیظ اور شبلی کی متذکرہ بالا نظموں میں ملت کے بجائے مذہب اور تاریخ غالب ہیں۔ اگر چہ ایک مخصوص معنی میں ان نظموں کا تعلق بھی ملت سے ہی ہے لیکن ملت سے اس قسم کا تعلق تو حمد، نعت، مرثیہ اور منقبت وغیرہ سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے ایسی نظموں کو ملی شاعری میں شمار نہیں کیا جاتا۔

(ز) ملی، قومی اور وطنی شاعری

عموماً ملی، قومی اور وطنی شاعری کو باہم مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن یہ درست نہیں۔ قومی شاعری کو صرف اس وقت ملی شاعری کے مترادف سمجھا جانا چاہیے جب قوم ملت کے معنوں میں ہو اور قوم سے مراد صرف مسلمان قوم ہو۔ بصورت دیگر اسے ملی شاعری میں شمار کرنا صحیح نہیں۔ مثلاً:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!   تمھاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں (۱۱۳)

ملی شاعری نہیں قومی شاعری ہے۔ کیوں کہ اقبال کے مخاطب صرف مسلمان نہیں بلکہ تمام ہندوستانی ہیں جن میں ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ لیکن یہی اقبال جب یہ کہتے ہیں:

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا   مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا (۱۱۴)

تو ان کا روئے سخن صرف مسلمانوں کی جانب ہے اور اس لیے یہ ملی شاعری ہے۔ یہی کیفیت وطنی شاعری کی بھی ہے اگر شاعر وطن کو ملی تشخص کی علامت سمجھ کر شعر کہتا ہے اور شعر میں بھی ایسا جلی یا خفی قرینہ موجود ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے ''وطن'' کو ''ملت'' کے جز کے طور پر لیا ہے اور جز اپنے کل پر حاوی نہیں ہے تو بلاشبہ اس قسم کی وطنی شاعری کو بھی ملی شاعری کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

جوشِ جہاد خواجۂ کونینؐ کے طفیل   اقبال کے وطن کا تکہ دار ہو گیا (۱۱۵)

یہی بات ہنگامی اور سیاسی نوعیت کی شاعری پر بھی صادق آتی ہے۔ متعدد منظومات ایسی ہیں جو کہ اگر چہ کسی خاص واقعے کے پس منظر میں یا اس کے باعث معرضِ وجود میں آئی ہیں لیکن ان میں ملی عناصر موجود ہیں۔ اس لیے ایسی منظومات کو بھی ملی شاعری کے زمرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان کی بہت سی ایسی نظمیں ملی شاعری میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ ''جنگ طرابلس'' ۱۹۱۲ء سے چند اشعار مثال کے طور پر پیشِ خدمت ہیں:

کھیل بچوں کا جسے سمجھا تھا اٹلی نے وہ جنگ   کر رہی ہے تافیہ اس کے جوان مردوں کا تنگ
نعرۂ اللہ اکبر جب زباں پر آئے گا   تیرے ہاتھوں سے چھڑا دیں گے ہم اے روما تفنگ
مدعا یہ ہے کہ مٹ جائے مسلمانوں کا نام   واسطے اس کے تراشے جا رہے ہیں عذر لنگ
آج ایراں ہے تو کل کابل کی باری آئے گی   گر یہی ہے روسیوں کی چال ڈھال اور رنگ ڈھنگ (۱۱۶)

نیز شبلی کی مسجد کانپور کی شہادت پر ولولہ انگیز نظم ''ہم کشتگانِ معرکۂ کانپور ہیں'' سے چند اشعار

کل مجھ کو چند لاشۂ بے جاں نظر پڑے — دیکھا قریب جا کے تو زخموں سے چور ہیں
کچھ طفل خورد سال ہیں جو چپ ہیں خود مگر — بچپن یہ کہہ رہا ہے کہ ہم بے قصور ہیں
آئے تھے اس لیے کہ بنائیں خدا کا گھر — نیند آ گئی ہے منتظر نفخ صور ہیں
پوچھا جو میں نے کون ہو تم؟ آئی یہ صدا — ہم کشتگانِ معرکۂ کانپور ہیں (۱۱۷)

اس ضمن میں حرفِ آخر کے طور پر ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا کی رائے نہایت صائب معلوم ہوتی ہے جو قومی اور ملی شاعری کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''جب شاعر کی شاعری میں ملک کے تمام عوام کی فلاح و بہبود کی بات ہو اور قوم کا درد، قوم کی خوشحالی کی تمنا، قوم کی تعلیمی پسماندگی، ان پر گھرے ہوئے ادبار کی بدلی اور اس بدلی سے نجات دلانے کے لیے کوئی تدبیر اور کوشش شاعر کے پیشِ نظر ہو تو وہ قومی شاعری ہوگی لیکن جب شاعر کے سامنے پوری دنیا میں پھیلے ایک مخصوص مذہب کے ماننے والے ہوں گے تو اسے ملی شاعری کہیں گے۔ اقبال کی نظم ہمالہ، نیا شوالہ، ترانۂ ہندی، تصویرِ درد، ہندوستانی بچوں کا قومی گیت وغیرہ قومی شاعری کی مثال ہیں لیکن شکوہ، جوابِ شکوہ، لینن خدا کے حضور میں، مسجد قرطبہ وغیرہ ملی شاعری کی مثال ہیں۔ حالی کی شاعری کا بڑا حصہ ملی شاعری کے لیے مخصوص ہے۔ لیکن قومی شعور کی شاعری بھی ان کے یہاں وافر مقدار میں ہے'' (۱۱۸)

(ح) ملی شاعری کا آغاز

اردو شاعری کے مطالعے سے یہ واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ''اردو شاعری کا سرمایہ صرف تغزل نہیں'' (۱۱۹) ''اس میں ہماری ملت کی حالت اس کی بیم و رجا کی کیفیت، اس کی امیدیں اور آرزوئیں، اس کی ناکامیوں اور کامیابیاں، اس کے ارادے اور منصوبے غرض ملی زندگی کا ہر پہلو پوری طرح منعکس ہوا ہے'' (۱۲۰) اور ''اردو شاعری قومی اور سماجی شعور سے ہمیشہ بہرہ ور رہی ہے اور اس نے ملکی اور قومی معاملات سے لاتعلقی کا ثبوت نہیں دیا ہے'' (۱۲۱) ''اردو زبان کے شاعروں نے نہ صرف بیداریٔ ملت اور آزادیٔ ملت کی تحریکوں کو اپنی شاعری سے پروان چڑھایا اور توانائی بخشی بلکہ ایسے شاعروں کی بھی کمی نہیں جنھوں نے ان تحریکوں میں عملی حصہ لے کر انھیں تقویت دی'' (۱۲۲) اردو شاعری میں ملی مسائل کہیں صاف صاف بیان ہوئے ہیں تو کہیں تشبیہ اور استعارے اور رمز و کنائے کا سہارا لیا گیا ہے۔ (۱۲۳) برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں میں اپنے علیحدہ ملی تشخص کا احساس ہمیشہ سے موجود رہا ہے اسے نہ تو اکبر کا دینِ الٰہی دبا سکا نہ دارا شکوہ کی وسیع المشربی اس کا کچھ بگاڑ سکی۔ خود اکبر جیسے مطلق العنان بادشاہ کے دور میں ''سرمایۂ ملت کا نگہبان'' مجدد الف ثانی کا وجود اور ان کی مقبولیت اس بات کا ثبوت ہے کہ مذہبی رواداری کی آڑ میں مسلمان اپنے ملی تشخص سے دست بردار ہونے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوئے۔ گل و بلبل اور لب و رخسار کے گیت گانے والا شاعر بھی اسی معاشرے کا حصہ تھا۔ لہٰذا وہ ملی شعور سے کیسے بے بہرہ ہو سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو شاعری میں ملی شعور ابتدا سے ہی موجود

تھا تاہم یہ ضرور ہے کہ بیشتر مقامات پر اس کا اظہار واضح اظہار بیان کی صورت میں نہیں بلکہ "ایما و اشارہ، مجاز و استعارہ اور کنایہ و علامت کے رنگ میں" ہوا ہے۔(۱۲۴)

ملی شعور کا براہِ راست اظہار شاعری میں سب سے پہلے کب ہوا؟ اس پر ڈاکٹر حامد بیگ نے بے نوا نامی شاعر کا ایک بند درج کیا ہے اور لکھا ہے:

> "محمد شاہی عہد میں مسلمان موچی اور ہندو جوہری کے درمیان ہونے والا جھگڑا اردو شاعری میں مسلمانانِ ہند کے ملی شعور کے پہلے عکس کے طور پر ہمیشہ کے لیے یادگار رہ گیا ہے۔ بے نوا نے اپنے شہر آشوب میں اس واقعے کو ملی عصبیت کے رنگ میں پیش کیا ہے"(۱۲۵)

مذکورہ بند مندرجہ ذیل ہے:

یہ کیا ستم کیا اے فلک ہرزہ نابکار ۔۔۔ مریخ نے جو تیز کی خنجر کی اپنے دھار
جوتے فروش مردِ مسلماں دیندار ۔۔۔ مردود جوہری نے لیا ہے ستم سے مار
سنگِ جفا سے چور کیا لعلِ آبدار(۱۲۶)

یہی بند ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے "مریخ پھر کے تیز کیا خنجروں کی دھار" کی معمولی سی تبدیلی کا ساتھ اپنے مقالے میں درج کیا ہے۔(۱۲۷) ڈاکٹر معین الدین عقیل نے بھی مذکورہ بند کو اپنے مقالے میں نقل کیا ہے۔(۱۲۸) انھوں نے میر کی "نکات الشعراء" کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن اس میں یہ بند مزید جزوی تبدیلی کے ساتھ نظر آتا ہے اور دوسرا اور چوتھا مصرع بالترتیب اس طرح درج ہے۔

> مریخ پھر کے تیز کیا ہے خنجر کی دھار اور مردود جوہری نے لیا ہے ستم سے مار(۱۲۹)
>
> اول الذکر مصرعے کو حافظ محمود شیرانی نے درست قرار دیا ہے۔(۱۳۰)

لیکن مزید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا بند، جس کو "ملی شعور کا پہلا عکس" قرار دیا جا رہا ہے، سے پہلے بھی ملی شاعری کے آثار موجود تھے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بالا بند جس واقعے سے متعلق ہے وہ محمد شاہی عہد میں ۱۷۲۹ء میں پیش آیا۔(۱۳۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ بے نوا نے یہ بند ۱۷۲۹ء میں یا اس کے بعد ہی لکھا ہوگا۔ حالاں کہ اس سے بہت پہلے ملی شاعری کی چند مثالیں ہمیں تاریخ کے صفحات پر نظر آتی ہیں۔ مثلاً بے نوا سے قریب تر زمانۂ ماضی میں قاضی محمود بحری ہے جس کا انتقال ۱۷۱۷ء میں ہوا تھا۔(۱۳۲) بحری نے اورنگ زیب کا زمانہ دیکھا تھا۔ اس نے اپنی مشہور مثنوی "من لگن" میں "در مدح بادشاہ دین پناہ اورنگ زیب غازی" کے عنوان سے چند اشعار لکھے ہیں اور اورنگ زیب کو نبی کی شریعت نافذ کرنے میں کوشاں، کافروں کا قلع قمع کرنے والا اور اسلام کو رواج دینے والا دکھایا گیا ہے۔ چند اشعار درج ذیل ہیں:

اب بول توں مدح بادشاہ کا ۔۔۔ ہور اس کی کمالیت کچھ کا
جس ناؤں اہے ابوالمغازی ۔۔۔ سلطان اورنگ زیب غازی
دیندار، دلیر اور دانا ۔۔۔ یک علم نہ سب منے سیانا

دیکھیا نہیں حکم بن کسی دھر — باندیا ہے نبیؐ کے شرع سوں سر
گڑ کوٹ کے کافراں کو ماریا — آکاس تے دھرت پر اتاریا
بانچے سو ان سوں باج لیتا — اسلام کوں یوں رواج دیتا (۱۳۳)

نصرتی جسے ملک الشعراء کا خطاب حاصل تھا جو سلطنت بیجاپور یا عادل شاہی عہد (۱۴۹۰ء۔۱۶۸۶ء) کے آخری دور کا شاعر تھا۔ (۱۳۴) اس کے دیوان میں "مثنوی تاریخ اسکندری" ملتی ہے۔ جب علی عادل شاہ ثانی ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲ء) میں وفات پا گیا تو اس کا پانچ سالہ بیٹا سکندر عادل شاہ تخت نشین ہوا۔ سیواجی نے موقع دیکھ کر قلعہ پنالہ پر قبضہ کر لیا۔ بہلول خان نے دوروزہ جنگ میں اسے شکست دے دی۔ یہ مثنوی اسی دوروزہ جنگ کی روداد پر مشتمل ہے۔ (۱۳۵) اس میں کئی اشعار ایسے ہیں جس میں واضح طور پر اسلامی تشخص پر زور دیا گیا اور اس لڑائی کو کفر و اسلام کی جنگ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً:

دل اسلام کا جیوں وو دیکھیا غنیم — رکیا تھا سو یک بت سوں فوجاں عظیم
کہیا یو تو کافر تیا کچھ ہے سانچ — مسلمان بانٹے پہ ہویں سکوں پانچ
رکھو ماریو فوج کافر پلید — رکھو کھیت یا سب ہو مسلم شہید
لے کاٹ یوں کافراں کو کہیں — کر قربانی بکریوں کو جیوں حج کی دیں
دل اسلام کا تھا سو معدود تھا — کومک غیر حق ان پہ نابود تھا
کر بکڑے ہیں لگ لڑوو کافر پلید — ہوئے آہ سب پانچ مارے شہید (۱۳۶)

ایک مثال محمد قلی قطب شاہ (۱۵۶۵ء۔۱۶۱۱ء) کی بھی ہے جسے اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر کہا جاتا ہے جس کے "کلام میں ہندوستانی ماحول، ہندو دیو مالا اور ہندوستانی طرز فکر کا اثر نمایاں ہے" (۱۳۷) جو تیجوں اور رسموں کے بجائے گنگا اور جمنا کا ذکر کرتا ہے" (۱۳۸) "ہند لسانی [کذا] تہذیب کا پروردہ، ہندوستانیت کا پرستار اور ہندو اور مسلمان دونوں مذاہب کی عورتوں سے شادی کرنے والا" (۱۳۹) قلی قطب شاہ بظاہر اکبر کے قومی وحدت کے تصور کا دکنی نمائندہ نظر آتا ہے۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو اس کا سویا ہوا دینی اور ملی شعور جاگ جاتا ہے۔ رام راج کے جانشین، وینکٹ پتی راج اور اس کی ہندو فوجوں سے معرکہ آرائیوں کے ہنگام وہ اپنی فوجوں سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے:

محمدؐ دین قائم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم — سیاہی کفر کی بھانو اجالا جگ منگا وو تم
اجالے دین میں فوجاں جو آویں ذات کرتم کی — تو حیدری کٹاریاں سوں بیاان کا جی اڈو تم (۱۴۰)

"کلیات محمد قلی قطب شاہ" میں دوسرا شعر اس طرح ہے:

اجالے دین میں فوجاں جو آویں ذات کرتم کی — تو حیدری کٹاریاں سوں بیاان کا جی اڈو تم (۱۴۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے مسلمان اسلمان شاعر دوسری تہذیبوں کے رنگ میں چاہے کتنا ہی رنگ جائے لیکن اس کے لاشعور میں ایک علیحدہ تشخص کا احساس ہمیشہ موجود رہتا ہے جو عام حالات میں دبا ہوا ہوتا ہے لیکن ضرورت پڑنے پر ابھر کے سامنے ضرور آتا ہے۔

ملی شاعری کے اوّلین نمونے کی تلاش میں ماضی کے سفر میں کچھ مزید فاصلے طے کرنے کے بعد "حسن شوقی" نامی ایک شاعر سامنے آتا ہے۔ جس کا دیوان ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کیا ہے اور مقدمے میں حسن شوقی کا سن پیدائش قیاساً ۹۴۸ھ (۴۱-۱۵۴۲ء) اور سن وفات قیاساً ۱۰۴۲ھ اور ۱۰۵۰ھ (۳۲-۱۶۳۳ء تا ۱۶۴۰ء) کے درمیان متعین کیا ہے۔ حسن شوقی کا تعلق نظام شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی تینوں درباروں سے رہا۔ دکن میں بہمنی سلطنت کے خاتمے ۹۲۴ھ (۱۵۱۸ء) کے بعد پانچ خود مختار سلطنتیں ۱۔ عماد شاہی (برار) ۲۔ عادل شاہی (بیجاپور) ۳۔ بریدشاہی (بیدر) ۴۔ نظام شاہی (احمد نگر) اور ۵۔ قطب شاہی (گولکنڈہ) وجود میں آئیں۔ ان خود مختار سلطنتوں کا دور سوا تین سو برس تک قائم رہا۔ اسی دور میں جنوب میں ہندوؤں کی ریاست وجیانگر بھی قائم ہوئی۔ جنگ تالیکوٹ یا تلی کوٹہ ۹۷۲ھ بمطابق ۱۵۶۴ء وجیانگر کے راجہ رام راج اور ابراہیم قطب شاہ کی متحدہ افواج کے درمیان ہوئی جس میں رام راج کو شکست فاش ہوئی اور وہ قتل ہوا۔ (۱۴۲) حسن شوقی نے ایک مثنوی "فتح نامہ نظام شاہ" لکھی۔ (۱۴۳) یہ فتح نامہ حسن شوقی نے حسین نظام شاہ کے سامنے پیش کیا جس کی ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ فتح نامہ کی تصنیف کے وقت غالباً وہ نظام شاہیوں کے دربار میں تھا کیونکہ اس نے فتح کا سہرا نظام شاہ کے سر باندھنے کی کوشش کی ہے حالانکہ جنگ تلی کوٹہ میں دکن کی سب اسلامی سلطنتیں شریک تھیں۔ (۱۴۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک حسن شوقی اپنے زمانے کا مسلم الثبوت استاد تھا۔ (۱۴۵) "فتح نامہ نظام شاہ" میں متعدد اشعار ایسے ہیں جن میں شاعر واضح الفاظ میں اس جنگ کو کفر و اسلام کی جنگ قرار دیتا ہے۔ وہ اس مثنوی میں ہندوستانی قومیت نہیں بلکہ اسلامی قومیت پر نازاں دکھائی دیتا ہے اور فتح کو دین اسلام کی فتح قرار دیتا ہے:

ہوا قتل کفار اکثر تمام   بدین محمد علیہ السلام
ظفر یو ہوا دین کی پیروی   ہوا دین اسلام روشن قوی
مجھے حوض کوثر و زمزم کی سوں   مجھے حرف مہمل و مجمل کی سوں

آگے چل کر فتح پر خوشی کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

ہوئی دین داراں کوں شادی تمام   بہ برکت محمد علیہ السلام (۱۴۶)

ان اشعار میں ملی عصبیت اپنے بھرپور انداز سے جلوہ گر ہے اور شاعر علاقائی، وطنی، ثقافتی اور لسانی اشتراک کو یکسر نظر انداز کرکے محض دینی یا ملی اشتراک کا اسیر نظر آتا ہے۔ یہی وہ اشعار ہیں جنھیں ملی شاعری کا ابتدائی نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بے نوا کا زمانہ تصنیف ۱۷۲۹ء ہے اور حسن شوقی نے مندرجہ بالا اشعار ۱۵۶۴ء میں یعنی بے نوا سے ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) برس پہلے کہے تھے۔ لہٰذا جب تک حسن شوقی سے بھی قدیم دور کے ملی شاعری پر مبنی اشعار دستیاب نہ ہو جائیں اس وقت تک حسن شوقی کے مذکورہ اشعار کو ہی ملی شاعری کا اوّلین نمونہ سمجھنا چاہیے۔ البتہ یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ ایک طویل عرصے تک ملی شاعری کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے تہی دامنی کا شکار رہی ہے اور اس ضمن میں بڑی شاعری دیکھنے میں نہیں آئی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء تک مومن کے استثنیٰ کے ساتھ معروف شعراء نے ملت کے مسائل کو بالعموم درخور اعتنا نہیں جانا۔ اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ء تک مسلمان حکمرانوں کا

اقتدار بظاہر مستحکم تھا لیکن اس اولوالعزم بادشاہ کے آنکھیں بند کرتے ہی وسیع و عریض مغلیہ سلطنت کے حصے بخرے ہونا شروع ہو گئے اور زوال کا سفر بالآخر سقوطِ دلّی پر ختم ہوا۔ اس دوران کئی ایسے واقعات رونما ہوئے جو برعظیم پاک و ہند کی ملتِ اسلامیہ کے اضطراب میں اضافے کا باعث بنے۔ مثلاً انگریزوں کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ، مرہٹوں کی غارت گری، بیرونی حملے، خودغرض حکمرانوں کی عیاشیاں اور ملکی مسائل کی جانب سے بے اعتنائی، عظیم الشان مغلیہ سلطنت کی تقسیم در تقسیم اور اس کے باعث مسلسل خانہ جنگی کی سی کیفیت، اپنوں کی غداریوں کے باعث سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کی شہادت، تحریکِ مجاہدین کی ناکامی اور مجموعی طور پر ملت کی کسمپرسی اور اخلاقی زبوں حالی وغیرہ ایسے معاملات تھے جو موضوعِ سخن بن سکتے تھے۔ اور بعض شعراء نے کہیں کھل کر اور کہیں رمز و کنایہ کے پردے میں ان معاملات کو بیان کیا بھی ہے لیکن جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بڑے اور نامور شعراء نے اس جانب توجہ کم کم ہی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی ملّی شاعری کا سرمایہ معیار اور مقدار کے لحاظ سے خاصا قلیل ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود ملّی شاعری کو کسی حالی کا انتظار ہے۔

سطورِ بالا میں پیش کیے گئے شواہد سے جو نتائج نکلتے ہیں ان کے مطابق مسلمان دیگر تصوراتِ قومیت کے مطابق کوئی قوم نہیں بلکہ ملت یا امت ہیں اور مسلمانوں کے نظریۂ ملّی کی بنیاد صرف اور صرف کلمۂ طیبہ ہے۔ اور اسی کلمے کے حامل اور قائل آپس میں بھائی بھائی ہیں گویا ایک ملت ہیں۔ قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ صرف قرآن پاک ہی سے اگر مثالیں لی جائیں تو آل عمران:۱۰۳؛ البقرۃ:۱۷۸، ۲۲۰ اور ۲۲۲؛ حجر:۴۷؛ توبہ:۱۱ اور ۷۱؛ احزاب:۵؛ حجرات:۱۰ اور حشر:۱۰ کی آیات اس بات کی صریحاً گواہی دیتی ہیں۔

جہاں تک ملّی شاعری کا تعلق ہے ملّی شاعری صرف وہ ہے جس کا تعلق صرف ملتِ اسلامیہ سے ہو۔ ہر قسم کی وطنی، قومی، انقلابی یا اصلاحی شاعری کو ملّی شاعری نہیں کہا جا سکتا اور یہ بھی کہ ملّی شاعری کا آغاز اٹھارویں صدی میں نہیں جیسا کہ اکثر سمجھا جاتا ہے بلکہ سولھویں صدی میں ہوا تھا۔

حواشی

۱۔ عربی۔ اردو، اضافہ شدہ جدید ایڈیشن ۱۹۷۵ء

۲۔ عربی۔ اردو۔ ۱۳۶۸ھ

۳۔ "معجم القرآن" (عربی۔ اردو)، ۱۴۰۷ھ

۴۔ "مفردات القرآن" (عربی۔ اردو) بذیل "ملّت"

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ مرتب، ڈاکٹر رفیق الطیبی

٨۔ مرتب: الیاس انطون

٩۔ ساتویں جلد، ایڈیشن ١٩٧٨ء۔

١٠۔ مرتب: سید احمد دہلوی، ایڈیشن ٢٠٠٢ء۔

١١۔ مرتب: وارث سرہندی، ایڈیشن: س ن

١٢۔ مرتب: اردو لغت بورڈ، ایڈیشن ٢٠٠٦ء۔

١٣۔ جلد ٢١، ص ٥٩٥۔٥٩٧

١٤۔ ایضاً

١٥۔ حالی، الطاف حسین: "کلیاتِ نظم حالی" (جلد دوم)، ص ١٩٢

١٦۔ شبلی نعمانی: "کلیاتِ شبلی"، ص ٥٣

١٧۔ ظفر علی خان: "بہارستان"، ص ١٣٠

١٨۔ اقبال، محمد، علامہ: "کلیاتِ اقبال"، ص ٩٨/٢٠٦۔ واضح رہے کہ اقبال اکادمی کی مرتبہ "کلیاتِ اقبال" میں دو قسم کے صفحہ نمبر درج ہیں۔ اوپر کلیات کا مجموعی نمبر اور نیچے اسی کے بیچ خط کھینچ کر مخصوص شعری مجموعے مثلاً "بانگِ درا"، "بالِ جبریل" وغیرہ کا صفحہ نمبر لکھا گیا ہے۔ سہولت کی خاطر اس مقالے میں ہر جگہ کلیات کا مجموعی نمبر درج کیا گیا ہے۔

١٩۔ نیرنگ، میر غلام بھیک: "کلامِ نیرنگ"، ص ١٥٩

٢٠۔ شورش کاشمیری: "کلیاتِ شورش کاشمیری"، ص ٩١٠

٢١۔ رحمان کیانی: "حرفِ سپاس"، ص ٩٨

٢٢۔ "اقبال ایک پیغمبر کی حیثیت سے"، مشمولہ: "اقبال معاصرین کی نظر میں"، ص ٢٧٧

٢٣۔ بقرہ: ١٣٠، ١٥٣؛ آلِ عمران: ٩٥؛ نساء: ١٢٥؛ انعام: ١٦١؛ نحل: ١٢٣؛ حج: ٧٨

٢٤۔ اعراف: ٨٩؛ ابراہیم: ١٣؛ کہف: ٢٠

٢٥۔ یوسف: ٣٨

٢٦۔ بقرہ: ١٢٠

٢٧۔ یوسف: ٣٧

٢٨۔ اعراف: ٨٨

٢٩۔ سورۂ ص: ٧

٣٠۔ اس مقالے میں الفاظِ قرآنی کے اردو ترجمہ کی تمام مثالیں "علم القرآن" (اردو ترجمہ: مولانا فتح محمد جالندھری، ترجمانی: مولانا مودودی) سے لی گئی ہیں اور بنظرِ اختصار دیگر تراجم و تفاسیر کی مثالیں ضروری نہیں سمجھی گئی ہیں۔

٣١۔ "تدبرِ قرآن"، بذیلِ تفسیر آیت مذکورہ

٣٢۔ "تفسیر ابن کثیر" (اردو ترجمہ)، بذیلِ تفسیر آیت مذکورہ

٣٣۔ "المنجد"، بذیل ملا

٣٤۔ عربی۔اردو، مرتب: ڈاکٹر فضل الرحمان

٣٥۔ "بیان اللسان" (عربی۔اردو)

۳۶۔ عربی۔اردو

۳۷۔ ''القاموس الوحید'' (عربی۔اردو)

۳۸۔ ملاحظہ ہو: آکسفرڈ عربی۔انگلش ڈکشنری، ایڈیشن ۱۹۸۲ء، نیز ''القاموس العصری'' عربی۔انگلش، مطبوعہ ۱۹۷۲ء۔

۳۹۔ جلد اول، ایڈیشن ۱۹۷۷ء۔

۴۰۔ جلد سوم، ایڈیشن ۱۹۸۰ء۔

۴۱۔ ''علم القرآن'' بحوالہ بالا

۴۲۔ ''سیرت ابن ہشام'' (اردو ترجمہ)، جلد اول، ص ۵۱۷

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ جلد سوم (نقش ثانی)

۴۵۔ ''وقائع نظریہ (تعارف، تاریخ)''، ص ۳۶

۴۶۔ حالی، الطاف حسین: ''کلیاتِ نظم حالی'' (جلد دوم)، ص ۱۷۷

۴۷۔ ایضاً، ص ۱۷۶

۴۸۔ اقبال، محمد، علامہ: بحوالہ بالا، ص ۱۹۷

۴۹۔ ایضاً، ص ۱۸۹

۵۰۔ ظفر علی خان: ''بہارستان''، ص ۴۲

۵۱۔ ایضاً

۵۲۔ نیرنگ، میر غلام بھیک: بحوالہ بالا، ص ۱۵۲

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۶۷

۵۴۔ شورش کاشمیری: بحوالہ بالا، ص ۸۳۲

۵۵۔ ایضاً، ص ۹۸۴

۵۶۔ ''المنجد'' بحوالہ بالا

۵۷۔ ''القاموس الوحید'' بحوالہ بالا

۵۸۔ ''مفردات القرآن'' بحوالہ بالا

۵۹۔ ''القاموس المدرسی'' بحوالہ بالا

۶۰۔ ایڈیشن ۱۹۷۶ء۔

۶۱۔ ایڈیشن ۱۹۹۴ء۔

۶۲۔ ''دی اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری''، ایڈیشن ۱۹۸۱ء۔

۶۳۔ مرتب و مترجم: شان الحق حقی، ایڈیشن ۲۰۰۳ء۔

۶۴۔ مؤلف: مولوی نور الحسن نیر، ایڈیشن ۱۳۲۷ھ۔

۶۵۔ ''مختصر اردو لغت''، ایڈیشن ۱۹۸۷ء۔

۶۶۔ ''چودھویں جلد''، ایڈیشن ۱۹۹۴ء۔

۶۷۔ ''علم القرآن''، محولہ بالا

۶۸۔ ایضاً

۶۹۔ حالی، الطاف حسین، محولہ بالا، ص ۱۷۸

۷۰۔ شبلی نعمانی، محولہ بالا، ص ۸۴

۷۱۔ نیرنگ، میر غلام بھیک، محولہ بالا، ص ۱۳۶

۷۲۔ اقبال، محمد، علامہ، محولہ بالا، ص ۱۹۴

۷۳۔ ظفر علی خان، محولہ بالا، ص ۵۲

۷۴۔ تبسم، صوفی غلام مصطفیٰ: ''کلیاتِ صوفی تبسم''، ص ۳۵۱

۷۵۔ ''سیرت النبیؐ'' (جلد اول)، ص ۳۰۵

۷۶۔ ''الرحیق المختوم''، ص ۳۲۶

۷۷۔ ساتویں جلد، اشاعتِ نو، ایڈیشن، ۱۹۷۸ء

۷۸۔ نویں جلد، چوتھا ایڈیشن، ۱۹۵۶ء

۷۹۔ انیسویں جلد، انٹرنیشنل ایڈیشن، ۱۹۹۰ء

۸۰۔ نیر، طاہرہ، ڈاکٹر: ''اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار''، ص ۱۶

۸۱۔ ایضاً، ص ۲۱

۸۲۔ ایضاً

۸۳۔ ظلالی، کریم بخش، پروفیسر: ''قوم پرستی یا اسلام''، مشمولہ: ''جنگ''، ص ۶

۸۴۔ ''مسئلہ قومیت''، ص ۱۳۰۔۱۳۱

۸۵۔ قوم اور قومیت کے لیے مزید دیکھیے: اقبال، محمد، علامہ: ''جغرافیائی حدود اور مسلمان''، مشمولہ: ''مقالاتِ اقبال''، احمد، سید ریاض، ڈاکٹر: ''مسلم قومیت ایک مطالعہ''

۸۶۔ اقبال، محمد، علامہ، محولہ بالا، ص ۲۳۱

۸۷۔ شبلی نعمانی، محولہ بالا، ص ۵۰

۸۸۔ حسرت موہانی: ''کلیاتِ حسرت موہانی''، ص ۱۵۸

۸۹۔ ظفر علی خان، محولہ بالا، ص ۲۲۳

۹۰۔ اقبال، محمد، علامہ، محولہ بالا، ص ۲۹۵

۹۱۔ شبلی نعمانی، محولہ بالا، ص ۱۶

۹۲۔ حالی، الطاف حسین، محولہ بالا، ص ۷۸

۹۳۔ اقبال، محمد، علامہ، محولہ بالا، ص ۱۹۳

۹۴۔ شبلی نعمانی، محولہ بالا، ص ۲۹

۹۵۔ ظفر علی خان، محولہ بالا، ص ۱۱۸

۹۶۔ اقبال، محمد، علامہ، محولہ بالا، ص ۲۲۶

۹۷۔ اسد ملتانی: ''کلیاتِ اسد ملتانی''، ص۱۴۱

۹۸۔ اقبال محمد، علامہ، محولہ بالا، ص۳۸۹

۹۹۔ ظفر علی خان، محولہ بالا، ص۲۶۹

۱۰۰۔ شورش کاشمیری، محولہ بالا، ص۹۷۵

۱۰۱۔ اقبال محمد، علامہ، محولہ بالا، ص۴۳۰

۱۰۲۔ ظفر علی خان، محولہ بالا، ص۹۳

۱۰۳۔ اختر، صہبا: ''مشعل''، ص۹۵

۱۰۴۔ ظفر علی خان، محولہ بالا، ص۱۴۲

۱۰۵۔ اسد ملتانی، محولہ بالا، ص۸۹

۱۰۶۔ شورش کاشمیری، محولہ بالا، ص۹۴۷

۱۰۷۔ ظفر علی خان، محولہ بالا، ص۳۸۷

۱۰۸۔ امانی بنگلوری: ''خشتِ خوں''، ص۸۷

۱۰۹۔ شورش کاشمیری، محولہ بالا، ص۳۶۶

۱۱۰۔ شبلی نعمانی، محولہ بالا، ص۲۹

۱۱۱۔ نیرنگ، میر غلام بھیک، محولہ بالا، ص۱۹۷

۱۱۲۔ شورش کاشمیری، محولہ بالا، ص۹۷۶

۱۱۳۔ اقبال محمد، علامہ، محولہ بالا، ص۱۰۰

۱۱۴۔ ایضاً، ص۱۸۶

۱۱۵۔ شورش کاشمیری، محولہ بالا، ص۵۱۱

۱۱۶۔ ''بہارستان''، ص۱۹۳۔۱۹۴

۱۱۷۔ ''کلیاتِ شبلی''، ص۲۹

۱۱۸۔ ''قومی شعور کے فروغ میں اردو کا کردار''، مشمولہ: ''ادب اور قومی شعور''، ص۲۳۰

۱۱۹۔ حقی، شان الحق: ''نکتۂ راز''، ص۳۰۸

۱۲۰۔ ابراہیم، روز شہوار: ''اردو میں ملی شاعری''، مشمولہ: ''پشاور یونیورسٹی جرنل''، ص۱۹

۱۲۱۔ نجمہ، ساجدہ، ڈاکٹر: ''اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار''، ص۵۶

۱۲۲۔ ابراہیم، روز شہوار، محولہ بالا، ص۴۰

۱۲۳۔ ایضاً

۱۲۴۔ ایضاً

۱۲۵۔ ''اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار''، ص۶۳

۱۲۶۔ میر محمد تقی (مؤلف): ''نکات الشعراء''، مرتب: مولوی عبدالحق، ص۴۰

۱۲۷۔ ''اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر''، ص۱۳۱

۱۲۸۔ "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ"، ص ۴۴

۱۲۹۔ محولہ بالا، ص ۳۰

۱۳۰۔ "مقالات شیرانی" (جلد دوم)، ص ۱۳۳

۱۳۱۔ صدیقی، ابواللیث، ڈاکٹر، "جرأت، ان کا عہد اور عشقیہ شاعری"، ص ۴۱

۱۳۲۔ مرزا محمد سجاد (مرتب)، "مثنوی من لگن" از قاضی محمود بحری، ص ۲۷

۱۳۳۔ "مثنوی من لگن"، ص ۱۹۔۴۰

۱۳۴۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، مقدمہ، "دیوان نصرتی"، ص ۱

۱۳۵۔ نصرتی، ملا، "دیوان نصرتی"، ص ۲۷۔۳۲

۱۳۶۔ ایضاً، ص ۲۷۔۳۵

۱۳۷۔ جعفر، سیدہ، ڈاکٹر، مقدمہ، "کلیات محمد قلی قطب شاہ"، ص ۱۴۰

۱۳۸۔ ایضاً

۱۳۹۔ ایضاً، ص ۱۲۶۔۱۲۷

۱۴۰۔ بحوالہ: کشفی، سید محمد ابوالخیر، ڈاکٹر، "اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر"، ص ۱۰۰

۱۴۱۔ مرتب، ڈاکٹر سیدہ جعفر، ص ۳۱۱

۱۴۲۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، مقدمہ، "فتح نامہ نظام شاہ"، ص ۵۔۱۲

۱۴۳۔ مرتب، ڈاکٹر جمیل جالبی

۱۴۴۔ "اردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر"، ص ۱۴۲

۱۴۵۔ مقدمہ، محولہ بالا، ص ۴

۱۴۶۔ ص ۹۵۔۱۱۶

فہرست اسناد محولہ

ابراہیم، روزشیوار، ۸۱۔۱۹۸۲ء، "اردو میں ملی شاعری"، مشمولہ: "پشاور یونیورسٹی جرنل" (۳)، پشاور

ابن کثیر، علامہ، س ن، "تفسیر ابن کثیر"، مترجم علامہ محمد جونا گڑھی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

ابن ہشام، س ن، "سیرت ابن ہشام" (جلد اول)، ترجمہ و تہذیب، مولانا عبدالجلیل صدیقی، مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

اختر، صہبا، ۱۹۹۵ء، "مشعل"، دانش کدہ، کراچی

اردو لغت بورڈ، ۱۹۷۷ء۔۲۰۱۰ء، "اردو لغت" (تاریخی اصول پر)، جلد ۱۔۲۲، کراچی

اسد ملتانی، ۲۰۰۳ء، "کلیات اسد ملتانی"، مرتب، سید شوکت علی بخاری، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

اصفہانی، امام راغب، ۱۹۶۳ء، "مفردات القرآن"، مترجم محمد عبدہ الفلاح فیروز پوری، مکتبہ قاسمیہ، لاہور

اصلاحی، امین احسن، ۲۰۰۲ء، "تدبر قرآن"، انجمن خدام القرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور

اعوان، ارشاد شاکر، ڈاکٹر، ۲۰۰۳ء، "دو قومی نظریہ (تعارف و تاریخ)"، اردو سائنس بورڈ، لاہور، بار اول

اقبال، محمد، علامہ، ۲۰۰۷ء، "کلیات اقبال"، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، بار ہشتم

ابابی بنگلوری، ۱۹۵۶ء، "مثنوی خوبی"، انجمن ترقی اردو، میسور، بنگلور

انسائیکلوپیڈیا امریکانا، انٹرنیشنل ایڈیشن (The Encyclopedia Americana, International Edition)، ۱۹۸۰ء، اکیسویں جلد، امریکا

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (Encyclopedia of Religions and Ethics)، ۱۹۵۱ء، اکیسویں جلد، ٹی اینڈ ٹی کلارک، ایڈنبرگ، چوتھا ایڈیشن

انطون، الیاس (مرتب)، ۱۹۷۶ء، "القاموس المدرسی"، دارالاشاعت، کراچی

اوکسفرڈ یونیورسٹی، ۱۹۷۸ء، "دی اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری" (The Oxford English Dictionary)، ساتویں جلد، اوکسفرڈ

بحری، قاضی محمود، ۱۹۵۵ء، "مثنوی من لگن"، مرتب محمد سخاوت مرزا، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی

بعلبکی (البعلبکی)، روحی، ڈاکٹر (مرتب)، ۲۰۰۶ء، "المورد القریب"، دار العلم للملایین، بیروت، اٹھارہواں ایڈیشن

بنگلوری، ابابی، دیکھیے: ابابی بنگلوری

پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء، "تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند" (نویں جلد)، لاہور، بار اول

ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۷ء، "مختصر اردو لغت"، نئی دہلی

جالبی، جمیل، ڈاکٹر، ۱۹۷۰ء، مقدمہ "فتح نامہ نظام شاہ" از حسن شوقی، مشمولہ: سہ ماہی "اردو" (کراچی)، شمارہ ۳-۴

______ (مرتب)، ۱۹۷۲ء، "دیوان نصرتی" از ملا نصرتی، قوسین، لاہور، بار اول

______ (مرتب)، ۱۹۹۲ء، "قومی انگریزی اردو لغت"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، بار اول

جعفر، سیدہ، ڈاکٹر (مرتب)، ۱۹۸۵ء، مقدمہ "کلیات محمد قلی قطب شاہ" از محمد قلی قطب شاہ، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، بار اول

حالی، الطاف حسین، ۱۹۷۰ء، "کلیات نظم حالی" (جلد دوم)، مرتب: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، مجلس ترقی ادب، لاہور، بار اول

حسرت موہانی، ۱۹۷۶ء، "کلیات حسرت موہانی"، مکتبہ معین الادب، لاہور، بار اول

حسن، ممتاز، ۱۹۳۸ء، "اقبال ایک پیغمبر کی حیثیت سے"، مشمولہ: ماہنامہ "ہمایوں" (لاہور)، شمارہ اکتوبر

حقی، شان الحق، ۱۹۷۲ء، "نکتۂ راز"، ملت پریس، کراچی

خان، ظفر علی، دیکھیے: ظفر علی خان

دارالاشاعت، ۱۹۷۵ء، "المنجد" (عربی۔اردو) اضافہ شدہ جدید ایڈیشن، کراچی

دانش گاہ پنجاب، ۱۹۸۰ء، "اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد سوم (طبع ثانی)، دانش گاہ پنجاب، لاہور

دہلوی، سید احمد (مرتب)، ۲۰۰۳ء، "فرہنگ آصفیہ"، اردو سائنس بورڈ، لاہور، بار چہارم

راغب اصفہانی، امام، دیکھیے: اصفہانی، امام راغب

رحمان کیانی، ۱۹۷۱ء، "حرف سپاس"، ایوان اردو، کراچی، بار دوم

سجاد میرٹھی، قاضی زین العابدین (مرتب)، ۱۳۶۸ھ، "بیان اللسان" (عربی۔اردو)، کراچی

سرہندی، وارث (مرتب)، س ن، "علمی اردو لغت"، لاہور

شبلی نعمانی، ۱۹۷۵ء، "سیرت النبی" (جلد اول)، دینی کتب خانہ، لاہور، بار چہارم

______، ۱۹۸۹ء، "کلیات شبلی"، مرتب: سید سلیمان ندوی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی، بار اول

شورش کاشمیری، ۱۹۹۲ء، "کلیات شورش کاشمیری"، مکتبہ چٹان، لاہور، بار اول

شیرانی، حافظ محمود، ۱۹۹۶ء، "مقالات شیرانی" (جلد دوم)، مرتب: مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب، لاہور، بار اول

صبا، سید محمد یحییٰ، ڈاکٹر، ۲۰۱۰ء، "قومی شعور کے فروغ میں اردو کا کردار"، مشمولہ: ادب اور قومی شعور (اردو زبان کے حوالے سے)، مرتبین: ڈاکٹر محمد یوسف خشک، ڈاکٹر صوفیہ خشک، شعبۂ اردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور سندھ

صدیقی، ابواللیث، ڈاکٹر، ۱۹۵۲ء، "جرأت: ان کا عہد اور عشقیہ شاعری"، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، بار اول

ظفر علی خان، س ن، "بہارستان"، مکتبۂ کارواں، لاہور

عبدالحق، مولوی (مرتب)، ۱۹۸۱ء، "دی اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری" (The Standard English Urdu Dictionary)، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، بار سوم

عقیل، معین الدین، ۲۰۰۸ء، "تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ"، مجلس ترقی ادب لاہور، بار اول

فضل الرحمٰن، سید، ڈاکٹر (مرتب)، ۲۰۰۷ء، "معجم القرآن" (عربی۔اردو)، کراچی، بار دوم

قادری، سراج احمد، ۲۰۰۲ء، "تنقیدی مباحث کا عصری منظرنامہ" (تاریخی و تجزیاتی مطالعہ)، دہلی

کاشمیری، شورش، دیکھیے: شورش کاشمیری

کشفی، سید محمد ابوالخیر، ڈاکٹر، ۱۹۷۵ء، "اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر"، ادبی پبلشرز، کراچی

کیانی، ریحان، دیکھیے: ریحان کیانی

کیرانوی، وحید الزمان قاسمی، مولانا، ۲۰۰۱ء، "القاموس الوحید"، ادارہ اسلامیات، لاہور

مبارک پوری، صفی الرحمٰن، مولانا، ۱۹۹۱ء، "الرحیق المختوم" (اردو)، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، بار سوم

محمود، سید قاسم (مرتب)، ۱۹۹۰ء، "علم القرآن"، الفیصل، لاہور

مرزا، محمد سجاد (مرتب)، ۱۹۵۵ء، "مثنوی من لگن" از قاضی محمود بحری، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی

مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء، "علمی انگریزی۔اردو لغت"، لاہور، بار اول

ملتانی، اسد، دیکھیے: اسد ملتانی

مودودی، ابوالاعلیٰ، ۱۹۷۸ء، "مسئلۂ قومیت"، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، بار دوم

موہانی، حسرت، دیکھیے: حسرت موہانی

میرٹھی، قاضی زین العابدین سجاد، دیکھیے: سجاد میرٹھی، قاضی زین العابدین

میر، محمد تقی، ۱۹۷۹ء، "نکات الشعراء"، مرتب: مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، بار دوم

نظامانی، کریم بخش، ۲۰ دسمبر ۱۹۹۰ء، "قوم پرستی یا اسلام"، مشمولہ: "جنگ" (روزنامہ)، کراچی، اشاعت ۵ جون

نعمانی، عبدالرشید، ۱۹۹۲ء، "لغات القرآن"، دارالاشاعت، کراچی

نعمانی، شبلی، دیکھیے: شبلی نعمانی

نیرنگ، میر غلام بھیک، ۱۹۸۳ء، "کلامِ نیرنگ"، مرتب: ڈاکٹر معین الدین عقیل، مکتبۂ اسلوب، کراچی، بار سوم

نیّر، حامد، ڈاکٹر، ۱۹۹۹ء، "اردو شاعری میں پاکستانی قومیت کا اظہار"، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، بار اول

نیّر، نورالحسن، مولوی (مرتب)، ۱۳۲۷ء، "نوراللغات" (جلد سوم)، نیر پریس لکھنؤ